اگر رسول اللہ ﷺ اِس زمانے میں ہوتے!

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانیؒ

فرض کیجئے اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں ہوتے اور کسی قابل اعتماد اور باوثوق ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتا کہ فلاں دن اور فلاں جگہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نہایت اہم پیغام سنانے والے ہیں جس میں ہدایت وضلالت اور نجات و ہلاکت کے راستوں کو صاف صاف بیان کر کے قیامت تک آنے والے بندوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی جائے گی' اور مقدس رسول کی زبانی اللہ پاک کا یہ آخری پیغام ہوگا جس کے بعد ہم کوئی الٰہی پیغام اور رسولِ خدا کا کوئی جدید بیان نہیں سن سکیں گے ـــــ اور اس مقررہ ومشتہرہ مقام پر پہنچنا بھی ہمارے لئے بآسانی ممکن ہوتا' اور اس تاریخ کے آنے میں ابھی اتنے دن بھی باقی ہوتے کہ اس سرکاری پیغام کی اصلی زبان اگر ہم نہ جانتے ہوتے تو اس کا سیکھ لینا بھی اس عرصہ میں ہمارے لئے ممکن ہوتا جس کے بعد ہم اس پیغام کو اس کی اصلی اسپرٹ میں پوری طرح سمجھ سکتے' اور پھر اس کے سیکھنے کے وسائل بھی ہم کو میسر ہوتے ـــــ لیکن اس کے باوجود ہم اس زبان کے سیکھنے کی کوئی کوشش نہ کرتے اور جب وہ مبارک دن آ جاتا تو اللہ کے اس نہایت اہم پیغام اور رسول اللہ ﷺ کے اس آخری بیان کو سننے یا بعد کو بالواسطہ ہی اس سے واقفیت حاصل کرنے کا خیال بھی ہمارے دل میں نہ آتا اور اس کی طرف ہم کوئی توجہ ہی نہ کرتے' تو کیا دنیا کی کوئی عقل بھی ہمارے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر سکتی تھی کہ ہمارے دلوں میں اللہ ورسول کی کوئی عظمت و وقعت اور ہماری نظروں میں ان کے پیغاموں کی کچھ بھی قدر و قیمت ہے؟ کوئی دوسرا کچھ کیوں کہے! آپ ہی خوب سوچ سمجھ کر اپنے دلوں سے اس کا جواب لیجئے!

اچھا اگر آج کسی شخص کے متعلق آپ کو معلوم ہو جائے کہ اس نے اللہ و رسول اور اُن کے مقدس پیغاموں کی طرف سے اتنی ہی بے اعتنائی اور ایسی ہی لاپروائی اختیار کر رکھی ہے تو کیا اس کے بعد بھی دولتِ ایمان و ایقان سے اس کی محرومی میں آپ کو کچھ شک و شبہ ہوگا؟

سوال کی جو صورت سطورِ بالا میں آپ کے سامنے رکھی گئی ہے کیا یہ محض فرضی ہے؟
بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں رونق افروز نہیں ہیں، لیکن اللہ پاک کا جو آخری فیصلہ کن پیغام اس کے آخری رسول، حضرت محمد عربی ﷺ (فداہ اُمی وابی) لے کر آئے تھے وہ بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تبدل کے آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر جانے پر بھی اپنی اسی شانِ جلالی و جمالی اور اسی شادابی و تازگی کے ساتھ موجود ہے، ہمارے گھروں میں اس کی کئی کئی کاپیاں اور کئی کئی نسخے رکھے ہوئے ہیں —— اب ہم جس وقت چاہیں خداوند قدوس کے اتارے ہوئے اور مقدس رسول کے لائے ہوئے اس "پیغامِ ہدایت" کو بالکل اسی کے اصلی لفظوں میں دیکھ سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں، اور اگر ہمیں تھوڑی سی بھی عربی آتی ہو تو خود اِس کا مطلب و منشا سمجھ سکتے ہیں، اور کسی درمیانی واسطہ کے بغیر اس سے براہِ راست ہدایت حاصل کر سکتے ہیں، اللہ کی رضامندی اور فلاح دُنیوی اور اُخروی کے طریقے اس سے دریافت کر سکتے ہیں —— گویا یوں سمجھئے کہ نہایت پیاری اور بے حد شیریں عربی زبان بولنے والا اور عربی مبین ہی میں خدا کا "پیغامِ ہدایت" سنانے والا ایک زندۂ جاوید پیغمبر (بشکل قرآن) ہمارے گھروں میں آج بھی موجود ہے۔

لیکن ہمارا برتاؤ اس کے ساتھ کیا ہے؟ —— کتنے ہم میں ہیں جو اس سے ہدایتی تعلق رکھتے ہیں؟ —— کتنے ہیں جو اِس سے اچھی طرح فیض حاصل کرنے کے لئے اور اس کو براہِ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان سیکھ چکے ہیں یا سیکھ رہے ہیں؟ اور کتنے ہیں جو عربی زبان نہ جاننے اور اس کے لئے کوئی ذریعہ بھی نہ پا سکنے کی مجبوری سے کسی

اور ترجمہ یا تفسیر کی روشنی میں یا درسِ قرآن کے کسی حلقہ میں شریک ہو کر ہی اس کی بات سمجھنے کی اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اس کے لئے اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں؟

ذرا ہندوستان ☆ ہی کے ''نو کروڑ مسلمانوں'' پر اس جہت سے ایک نظر تو ڈالئے اور سوچئے کہ کتنی گہرائی ہے ان کے ایمانی دعووں میں اور کتنا تعلق ہے ان کو اللہ و رسول اور ان کے پیغاموں سے؟

اللہ کے بندو! رسول کی محبت کا دم بھرنے والو! اور قرآن کی عظمت و تقدیس کی قسمیں کھانے والو! اللہ و رسول کے اس مقدس پیغام (قرآن) کے ساتھ یہ بے اعتنائی اور یہ لاپروائی!

کیا خدا کے سامنے اپنے اس تغافل مجرمانہ کی تم جواب دہی کر سکو گے؟ اور کیا عذر ہو گا تمہارا اس وقت جب ربّ العزت کے تختِ جلال کے سامنے اس کا رسول فریادی بن کر درد و حسرت کے ساتھ کہتا ہو گا:

﴿يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

''اے میرے خداوند! میری اس قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا''۔

قرآن پاک کے ساتھ مسلمانوں کے معاملہ پر اگر آپ طبقہ وار نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ ''مسلمان'' کہلانے والی اُمت میں ایک بہت بڑی بلکہ خارج از حد و شمار تعداد تو اُن قطعاً ناتعلیم یافتہ سب سے نیچے کے طبقہ کے عوام کی ہے جن بے چاروں کو کبھی قرآن مجید کی ہوا بھی نہیں لگی۔

پھر ان سے کچھ کم تعداد میں دوسرے درجہ کے وہ عوام ہیں جنہوں نے کبھی بچپن میں کسی پرانے طرز کے مکتب میں بیٹھ کر یا کسی ''حافظ جی'' سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا تھا

☆ افسوس کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمانوں کی صورت حال بھی اس اعتبار سے ہندوستان کے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

لیکن اس کے بعد کبھی اس کو کھول کر دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی' بجز اس کے کہ محلّہ' برادری میں کبھی کبھار کوئی مر جاتا ہو اور پڑوس یا قرابت کے خیال سے اس کے ''تیجے'' میں ایک آدھ پارہ پڑھنا پڑ جاتا ہو۔ پھر وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ اس مرجانے والے کو ''بخشنے'' کے لئے' بلکہ فی الحقیقت تو اکثر و بیشتر صرف محلّہ یا برادری کا ''حق'' اتارنے ہی کے لئے ـــــ تو اس طبقے کا تعلق ''قرآن مجید'' سے بس کسی کی موت اور تیجے ہی کا ہے' اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس قسم کے لوگوں سے کچھ کم تعداد میں کچھ ایسے نیک لوگ بھی ہیں جو ''حصولِ ثواب و برکت'' کی خاطر کبھی کبھی یا روزمرہ قرآن مجید کے پارہ دو پارہ کی تلاوت تو کرتے ہیں اور بڑی خوش اعتقادی سے کرتے ہیں' مگر بیچارے اس کے مطلب و مقصد سے قطعاً نا آشنا ہیں' کیونکہ عربی جو اِس کی زبان ہے' اس سے واقف نہیں اور جس زبان میں پڑھنا لکھنا وہ جانتے ہیں' مثلاً اردو' تو اگرچہ اس میں اب بہت سے ترجمے اور تفسیریں لکھی جا چکی ہیں اور ایک اردو دان ان کی مدد سے بھی قرآن مجید کے مطلب و مقصد سے اچھی خاصی حد تک آشنا ہو سکتا ہے' لیکن ان بیچاروں کے ذہن میں کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور اپنی عملی زندگی کے لئے اس سے ہدایت لینا بھی کوئی بہت ضروری بات ہے' اس لئے مدت العمر وہ بس تلاوت ہی کا ثواب حاصل کرنے پر قانع رہتے ہیں' گویا کہ قرآن مجید بس ان کی تلاوت ہی کے لئے نازل ہوا ہے اور اس سے زیادہ اس کا کوئی مطالبہ ان سے نہیں ہے۔ اسی واسطے قرآن پاک کے مطالب و مقاصد سے واقفیت حاصل کرنے کا کوئی داعیہ کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

رہا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو باستثنائے شواذ اس کی غالب ترین اکثریت نے دین کے تمام ہی علمی و عملی شعبوں سے جیسی کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے' اور جو حیاتِ دنیا ہی کی کامرانیوں کو مطمحِ نظر بنا کر ارشادِ ربانی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞ (یونس:۷'۸)

''لاریب' جو لوگ (موت کے بعد عالم آخرت میں) ہماری لقا (یعنی دربارِ خداوندی میں حاضری اور پیشی) کے امیدوار نہیں ہیں اور حیاتِ دنیا ہی سے خوش اور اس میں مگن ہیں اور جو ہماری آیتوں سے غفلت و بے پروائی برتتے ہیں ان سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اپنی بدکرداریوں کے بدلے''۔

کا ہو بہو مصداق ہو گیا' اس کو قرآن پاک بلکہ خود قرآن نازل کرنے والے اور اس کے لانے والے (اللہ و رسول) کے ساتھ جیسی کچھ دلچسپی ہے وہ ہر واقف حال کو معلوم ہے۔

ان تمام طبقات کی بہ نسبت محدود اور قلیل التعداد ایک گروہ ''باضابطہ علمائے کرام'' کا بھی ہے جو اپنی اس قلت کے باوجود بھی ہزاروں سے متجاوز اور لاکھوں کے شمار میں ہوگا۔ ان حضرات نے برسہا برس دینی مدرسوں میں گزار کے عربی زبان سیکھی ہے' اس کی صرف و نحو تک پر آٹھ آٹھ' دس دس کتابیں پڑھی ہیں' معانی اور بیان و بدیع میں بھی کم از کم ''تلخیص المفتاح'' اور ''مختصر المعانی'' تو ضرور ہی ان کے زیر درس رہی ہوں گی' فقہ اور حدیث کی بہت سی کتابوں پر بھی انہوں نے عبور حاصل کیا ہے' قرآن کی تفسیر کے نام سے بھی کم از کم ایک کتاب ''جلالین'' تو سبقاً سبقاً پڑھی ہی ہوگی' اور اگر خوش نصیبی سے تعلیم کسی بڑے ''دارالعلوم'' میں ہوئی ہے تو شاید ''بیضاوی'' و ''مدارک'' کا کچھ حصہ بھی زیر درس رہا ہو' اس لئے قرآن پاک میں تدبر و تفکر اور اس کی ہدایات سے براہِ راست استفادہ کم از کم ان کا تو شغلِ حیات ہی ہونا چاہئے' اور ان کے متعلق تو یہ امید بجا اور درست ہی ہونی چاہئے کہ اللہ کی اس کتابِ عظیم سے ان کا تعلق بڑا گہرا ہوگا اور یہ خوش نصیب حضرات تو قرآن حکیم کی تلاوت بالکل اس طرح اور اس تصور کے ساتھ کرتے ہوں گے کہ ان کے سامنے گویا ایک پیغمبر ہے جو خدا کی غیر مشکوک وحی ان کو سنا رہا ہے اور وہ اپنے سینے کے کواڑ کھول کے اس کے سامنے اس کا درس سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے ہی کے لئے بیٹھے ہیں۔

مگر آہ کہ یہاں بھی یہ امید بڑی حد تک پامال ہی ہے۔ مستثنیات کو چھوڑ کر (جن کا شمار غالباً پانچ فیصد بھی نہ ہوگا) اس طبقۂ علماء کا عام حال بھی اس باب میں دوسروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ یہاں بھی قرآن مجید کی عموماً ''تلاوت'' ہی کی جاتی ہے اور ''کتابِ ہُدیٰ'' و ''موعظہ وذکریٰ'' ہونے کی اس کی جو اصل حیثیت تھی وہ یہاں بھی عموماً کم از کم عملاً تو فراموش ہی کر دی گئی ہے۔ حالانکہ خود اس کا نازل کرنے والا اسی میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ ''یہ کتاب اس واسطے بھیجی جا رہی ہے کہ تم غور و تامل سے اس کی باتیں سنو' اس کے احکام کو سمجھو اور اس سے ہدایت و نصیحت حاصل کرو''۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ٢٩)

''(یہ قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے اسی لئے تجھ پر نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور اصحابِ عقل و دانش اس سے نصیحت لیں''۔

اور جو لوگ آیاتِ قرآن کو سمجھ بوجھ کر اس سے ہدایت و نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ٢٤)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں؟''

وا اسفاہ! اللہ پاک تو ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک کی طرف رہنمائی کرتا ہے ــــــ اور ذرا گوشِ دل سے سنو! کیسی پیاری اس کی یہ صدا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠)

''ہم نے نصیحت کے واسطے قرآن کو آسان کیا ہے' تو کیا ہے کوئی نصیحت لینے والا؟''

لیکن ہم نے شاید یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جہاں تک دینی ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کا تعلق ہے اُس کے لئے تو دوسرے وسائل (مثلاً بزرگانِ کرام اور پیرانِ عظام) ہی کافی ہیں' اور قرآن تو بس ''ثوابِ تلاوت'' حاصل کرنے کے لئے گویا ''وظیفہ'' کی ایک کتاب ہے۔

حتیٰ کہ نماز میں قرآن پاک جو پڑھا جاتا ہے تو عام خیال اُس کے متعلق بھی یہی ہوگیا ہے کہ بس صحت حروف کے ساتھ ''قراءت'' ہو جانی چاہئے' اسی لئے پوری توجہ الفاظ کے سنوار اور اتار چڑھاؤ' نیز آواز میں جاذبیت و دلکشی پیدا کرنے پر تو صرف کی جاتی ہے' مگر اُن الفاظ کے ذریعہ جو کچھ ہدایت قرآن مجید دینا چاہتا ہے اور یہ الفاظ جس کے لئے بس ایک حسین اور مقدس پیرہن اور بہترین واسطۂ تبلیغ کی حیثیت رکھتے ہیں اس کی طرف دھیان دینے کی مطلق ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ گویا جسم و پیرہن کی آرائش وتزئین کی تو پوری کوشش کی جاتی ہے مگر جان اور روح سے مکمل بے پروائی برتی جاتی ہے ☆ اور یہ بدیہی حقیقت گویا بالکل ہی فراموش کر دی گئی ہے کہ ''کتابِ الٰہی'' کی قراءت کا اصلی اور اوّلین مقصد تو تذکیر وتذکر ہی ہوسکتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مشہور اثر ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ قَرَاءَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَدَبُّرٌ وَلَا خَيْرَ فِيْ عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَفَقُّهٌ (رواہ رزین' جمع الفوائد' ج ۲' ص ۲۷۹)

''جس قراءت وتلاوت کے ساتھ تدبر وتذکر نہ ہو اور جس عبادت میں تفقہ نہ ہو اس میں کچھ خیر نہیں''۔

خیر بات کچھ طویل ہوگئی' ورنہ عرض تو صرف یہ کرنا تھا کہ قرآن پاک کے ساتھ اس وقت ہمارا برتاؤ کیا ہے؟ اور ہونا کیا چاہئے؟

پھر یہ سب کچھ سامنے آ جانے کے بعد اس سلسلہ کا تیسرا اور آخری سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جب حالات یہ ہو چکے ہیں تو اب چارۂ کار کیا ہے ؎

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

چارۂ کار

پس اگر آپ نے معاملہ کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے' اور اس سلسلہ میں

☆ ''مشکوٰۃ شریف'' کی شرح ''التعلیق الصبیح'' میں بحوالہ شیخ ابی طالب مکی رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بایں الفاظ نقل کی گئی ہے: ((لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِلَّا مَا عَقَلَ مِنْهَا)) (ج ۱' ص ۳۶۵) یعنی بندہ کو اپنی اسی نماز' بلکہ اتنی ہی نماز کا اجر وثواب ملے گا جو اُس نے سمجھ کر ادا کی ہو۔

آپ پر جو فرض عائد ہوتا ہے اس سے آپ عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں تو پہلا کام آپ کا یہ ہے کہ اوّلاً اس نقطۂ نظر سے اپنے ہی طرزِ عمل پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے بھی اب تک قرآن پاک کے سمجھنے اور اس سے ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کی کوشش میں کوتاہی کی ہے تو آئندہ کے لئے آج ہی سے رویہ کو بدل دیجئے! اس طرح کہ اگر آپ خدا کے فضل وکرم سے قرآن پاک سمجھنے کے بقدر عربی جانتے ہیں تو اب ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کے ارادہ سے اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالئے! اور اگر آپ اتنی عربی نہیں جانتے ہیں تو پھر کسی عربی دان کی مدد سے اتنی عربی سیکھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اگر اس راہ میں آپ کو کوئی اچھا رہنما مل گیا تو بس دوتین مہینے کی معمولی محنت سے آپ قرآن فہمی کی ضرورت کے بقدر عربی سیکھ سکیں گے' اور جو کمی رہ بھی جائے گی وہ ان شاء اللہ قرآن پاک کے اشتغال سے یوں ہی پوری ہوتی رہے گی' بلکہ اس عاجز کا تجربہ تو صرف ایک مہینہ کا بھی ہے۔

کاش میرے سر دوسرے کاموں کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو جی چاہتا تھا کہ میں شہر بہ شہر گشت کر کے اسی کی تبلیغ کرتا پھرتا اور جو لوگ عربی زبان کو مشکل سمجھ کر اس کی تحصیل سے ہچکچاتے ہیں اور اس لئے قرآن وحدیث کی برکات سے محرومی ہی پر قانع ہو جاتے ہیں' ان کو صرف ایک مہینہ میں بعون اللہ تعالیٰ اتنی عربی سکھا کر دکھاتا جس کے بعد وہ قرآن و حدیث کو ایک عربی دان طالب علم کی طرح پڑھ سکتے اور اپنی ذاتی بصیرت کے ساتھ اس سے ہدایت وموعظت حاصل کر سکتے۔ ہاں اگر توفیق الٰہی نے مساعدت کی تو بعض ایسے ذرائع سوچ رہا ہوں جن سے اپنے اس تجربہ کے افادہ کو کچھ عام اور وسیع کر سکوں' واللہ ولی التوفیق وھو المستعان۔

بہرحال' تو اگر آپ اللہ پاک کے اتارے ہوئے اور اس کے رسول کے لائے ہوئے اس مقدس ومبارک ''ہدایت نامہ'' سے براہِ راست واقفیت وآشنائی پیدا کرنے کے لئے' گویا (مجازی زبان میں) خدا اور اس کے رسول کی باتیں دو بدو سننے اور بلاواسطہ ان سے مستفیض اور لذت اندوز ہونے کے لئے صرف دو تین مہینے تک بھی بس

گھنٹہ دو گھنٹہ یومیہ خرچ کر سکتے ہوں تو آپ کو چاہئے کہ اس میں کوتاہی نہ کریں اور آپ کے محلہ میں یا آپ کی بستی سے قریب جہاں بھی کوئی مولوی صاحب ایسے موجود ہوں جو اِس سلسلہ میں آپ کو کچھ مدد دے سکیں تو ضرور آپ ان کی مدد سے عربی زبان سیکھنے کی کوشش میں ابھی سے لگ جائیں اور جب مہینے دو مہینے میں عربی سے آپ کو کچھ بھی شد بد ہو جائے تو پھر آپ کسی عالم دین ہی سے قرآن پاک کا درس لینا شروع کر دیں۔

اور اگر کسی وجہ سے آپ کے لئے اس طرح عربی زبان سیکھ کر درس قرآن لینے کا امکان نہ ہو تو پھر کم از کم اس کی کوشش کیجئے کہ آپ کی بستی کی مسجد میں ترجمۂ قرآن کا درس ہوا کرے اور آپ اس میں شریک ہو کر حسب مقدور مطالبِ قرآنی کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ نیز دوسروں کو بھی اس کی اہمیت جتلا کر شرکتِ درس اور اس سے استفادہ کی ترغیب دیں۔

اور اگر بالفرض آپ کسی ایسی جگہ رہتے ہیں کہ وہاں کوئی شخص ترجمۂ قرآن پڑھانے والا ہے ہی نہیں اور اس لئے درس قرآن کے اجراء کا انتظام آپ کے بس میں نہیں ہے تو پھر کم سے کم اس کا التزام کیجئے کہ ہر روز قرآن مجید کا جتنا حصہ آپ پڑھ سکتے ہوں ترجمہ ہی کے ساتھ پڑھیں' اور تا مقدور ترجمہ کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر جتنی بات سمجھ میں آتی جائے اس سے اپنے لئے ہدایت و نصیحت لیتے رہیں۔ ☆

امید ہے کہ اگر اس طور پر ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی آپ نے مستقل

☆ قرآن پاک کے اردو تراجم میں قدیم اور مستند ترین ترجمے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے ہیں' لیکن موجودہ زمانہ میں کچھ تو زبان کی نامانوسیت کی وجہ سے اور کچھ ان حضرات کے التزامی اختصار کی وجہ سے غیر عربی دان عوام کو قرآن فہمی میں وہ کچھ زیادہ مدد نہیں دے سکتے۔ اس مقصد کے لئے موجودہ تراجم میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ اور آپ کی تفسیر ''بیان القرآن'' اردو دان طبقہ کے لئے مفید ترین اور ساتھ ہی سہل الفہم تفسیر ہے۔ نیز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تفسیری حواشی پر مشتمل ''تفسیر عثمانیؒ'' بھی اس سلسلہ کی ایک بہتر چیز ہے۔ (الفرقان)

مزید برآں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن' حافظ نذر احمد صاحب کا ترجمۂ قرآن کریم اور سید شبیر احمد صاحب کا دو رنگا ترجمۂ قرآن بھی اس مقصد کے لئے بہت مفید ہیں۔ ◀◀

عادت ڈال لی اور تسلسل کے ساتھ اللہ پاک کی اس کتاب سے لپٹے رہے اور اس کے سمجھنے کی کوشش میں اس طرح ہی آپ لگے رہے تو قرآن مجید کا کافی حصہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سمجھ سکیں گے۔

البتہ یہ بات بہر حال سب کے لئے ملحوظ رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید ''ھُــدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ'' ہے۔لہٰذا اس سے ہدایت ونصیحت کا نور انہی خوش بختوں کو حاصل ہوسکتا ہے جن میں ''تقویٰ'' ہو' یعنی اللہ کا خوف اور عاقبت کی فکر ہو اور اسی کی بے چینی ان کو طلب ہدایت کے لئے قرآن پاک کے پاس لانے والی ہو' نہ کوئی اور شوق اور نہ کوئی دوسری غرض' ورنہ ہم اور آپ سب ہی جانتے ہیں کہ ابوجہل اور ابولہب تو آج کل کے ہر بڑے سے بڑے عالم دین سے بہتر قرآن کی زبان جانتے تھے' لیکن چونکہ دل ایمان اور تقویٰ سے خالی تھے اس لئے اس بحر ہدایت سے ان کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکا۔﴿وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ﴾

(بشکریہ الفرقان لکھنؤ' بانی الفرقان نمبر)

◄◄ محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے دروسِ قرآن اور دورۂ ترجمۂ قرآن کا سلسلہ بھی رجوع الی القرآن اور قرآن فہمی کی ایک قابل قدر کاوش ہے۔ ان دروس قرآن اور دورۂ ترجمۂ قرآن کے آڈیو/ویڈیو کیسٹ اور کمپیوٹر CDs کی کاپیاں پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں اور بآسانی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں قرآن فہمی کی غرض سے عربی زبان کی تعلیم و ترویج کے لئے ''رجوع الی القرآن کورس'' کا انعقاد ہر سال باقاعدگی سے ہوتا ہے' جس کا دورانیہ صرف نو ماہ ہے۔ شام کے اوقات میں مختصر دورانیہ کے ''فہم القرآن کورسز'' کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن فہمی کے لئے مختلف کورسز بذریعہ خط وکتابت بھی کرائے جاتے ہیں' جن میں ''ترجمہ قرآن کریم کورس'' ہر عمر کے خواتین وحضرات خصوصاً نوجوان طلبہ وطالبات کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

(ادارہ حکمت قرآن)